نمبر ۹۸ | مورخہ ۱۶ فروری سنہ ۱۹۳۲ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۸ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ | جلد ۱۹

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز لاہور سے ۱۴ فروری کی رات کو واپس تشریف لے آئے:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۲۔ فروری کے خطبۂ جمعہ میں خدمتِ کشمیر کے لئے جماعت سے والنٹیرز طلب فرمائے ہیں۔ یہ خطبہ انشاء اللہ بہت جلد شائع کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں ۱۴۔ فروری تک قادیان کے ۷۵۔ اصحاب اپنے نام پیش کر چکے ہیں۔ اور یہ تعداد روز افزوں ہے:۔

علاقہ بیٹ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے تبلیغی مساعی نہایت کامیاب ہو رہی ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ۱۶۰۔ افراد داخلِ سلسلہ ہو چکے ہیں:۔

ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی۔ اے ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں:۔

مسلمانانِ علاقہ میرپور کی صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے استدعا

مسلمانان کوٹلی اور راجوری کی مظلومیت کے متعلق تحقیقاتی کمیشن بھیجا جائے

میرپور ۱۲۔ فروری۔ سکرٹری صاحب ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن حسب ذیل تار بنام الفضل ارسال کرتے ہیں:۔

۱۲۔ فروری ۱۹۳۲ء کو مسلمانانِ علاقہ میرپور نے جن کی تعداد تین ہزار سے زائد تھی۔ مسٹر سالسبری اور دیگر سرکاری حکام کی موجودگی میں حسب ذیل ریزولیوشنز پاس کئے:۔

۱۔ مسلمانان راجوری و کوٹلی پر سخت مظالم روا رکھے جا رہے ہیں۔ لیکن ہندو پریس ایسا جھوٹا پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ جس سے بیرونی دنیا تک صحیح حالات نہیں پہونچ سکتے۔ اس لئے مسلمانانِ علاقہ میرپور صدر محترم آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے مؤدبانہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک ایسا کمیشن بھیجیں۔ جو راجوری اور کوٹلی وغیرہ کے واقعات کی تحقیقات کر کے صحیح رپورٹ پیش کرے:۔

۲۔ کانگرس نے کشمیر موومنٹ کے متعلق جو رویہ اختیار کیا ہے۔ ہم اسے انتہائی نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اس کے خلاف پُر زور احتجاج کرتے ہیں:۔

۳۔ ہم اسلامی دُنیا سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ فرقہ وارانہ جھگڑوں کو دفن کر کے ہم غریبوں اور مظلوموں کی متفقہ طور پر مدد کرے:۔

اخبارِ احمدیہ

مجوکہ ضلع سرگودہا میں مناظرہ

۱۸-۱۹-۲۰۔فروری ۱۹۳۲ء کو احمدی جماعت اور غیر احمدیوں کے درمیان ایک مناظرہ ہوگا۔ اردگرد کی احمدی جماعتوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے انصار اللہ کو اس موقعہ پر وہاں بھیجنے کی کوشش کریں۔ اس مناظرہ کے لئے مولوی علی محمد صاحب اجمیری انشاء اللہ جھنگ سے مجوکہ جائیں گے۔ اور ایک دو مبلغ انشاء اللہ قادیان سے بھی بھیجے جائیں گے ؛ (ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

ضلع شیخوپورہ میں مناظرہ

۲۴-۲۵۔فروری ۱۹۳۲ء کو وہڑ چک نمبر ۲۹ نزد اسٹیشن سون۔ ضلع شیخوپورہ میں مناظرہ ہوگا۔ اردگرد کے احمدی احباب کثرت سے پہونچکر اس مناظرہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ (ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

روپڑ میں مناظرہ

۲۰-۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو روپڑ ضلع انبالہ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان ایک اہم مناظرہ ہوگا۔ اس مناظرہ کو کامیاب بنانے کے لئے اردگرد کی احمدی جماعتیں اور انصار اللہ وہاں پہونچ جائیں۔ اور کارکن احباب ۲۰۔مارچ سے ۴۔دن قبل پہونچکر ہر ایک قسم کا مناسب انتظام کریں ؛ ناظر دعوۃ و تبلیغ۔

قابلِ توجہ انجمن ہائے ضلع شیخوپورہ

حسب الحکم جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ ضلع شیخوپورہ کی تنظیم کے لئے ۲۰-۲۱ فروری ۱۹۳۲ء کو بمقام شیخوپورہ جلسہ ہوگا۔ جملہ انجمن ہائے کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ اپنے نمائندگان بھیجیں۔ تاکہ عہدے داروں کا انتخاب کیا جاسکے ؛ سکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ شیخوپورہ

تلاشِ روزگار

میرا ایک عزیز رشتہ دار جو اگرچہ بحالت موجودہ غیر احمدی ہے۔ لیکن بہت ممکن ہے۔ کہ احمدی ہوجائے۔ انٹرنس فیل ہے۔ اس وقت پریشان حالت میں ہے اگر کوئی صاحب حصولِ معاش میں اس کی مدد کرسکیں۔ تو مجھے اطلاع دیں یہ بھی لکھا جائے۔ کہ کونسا کام ہوگا۔ وہ کس قدر زادِ راہ لے کر آئے۔ اور تنخواہ کیا ہوگی ؛

خاکسار امام بخش مدرس ہیرو غربی۔ ڈاکخانہ تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کو کارکنوں کی ضرورت

جس قدر بی۔اے۔ مولوی فاضل۔ ایف۔اے۔ انٹرنس اور مڈل پاس دوست فارغ ہوں۔ یعنی ابھی تک کسی ملازمت پر متعین نہیں ہوئے۔ یا ملازم ہوں۔ مگر ایک۔دو ماہ کی رخصت لے سکتے ہوں۔ وہ اپنے نام مع پتہ دفتر آل انڈیا کشمیر کمیٹی قادیان میں ارسال فرمائیں۔ تا ان سے خط و کتابت کی جاسکے ؛

خاکسار شمس۔ کاشمیری

سیرت خاتم النبیین صلعم

کے متعلق

جناب سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب کی رائے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کی تصنیف فرمودہ سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق جناب سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب ایم۔ ایل۔اے۔ کراچی تحریر فرماتے ہیں:۔ "میری رائے میں سیرت خاتم النبیین صلعم مصنفہ مرزا بشیر احمد ایم۔اے اس زمانہ کی بہترین تصانیف میں سے ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ یہ کتاب مسلمانانِ ہند کے لئے نہایت مفید اور قابلِ قدر ثابت ہوگی"؛

احباب جماعت احمدیہ کو یاد ہوگا

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے الفضل کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ جماعت تو ہر سال بڑھ رہی ہے۔ مگر الفضل کے خریدار اتنے ہی رہتے ہیں۔ مخلصینِ جماعت احمدیہ کو چاہیئے کہ اپنے امام کے ارشاد و تحریک کی تعمیل جلد سے جلد کریں۔ کوئی لکھا پڑھا ذی استطاعت احمدی ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ جو الفضل کا خریدار نہ ہو۔ تمام امراء جماعت و سکرٹریان کا فرض منصبی ہے کہ وہ الفضل کی توسیع اشاعت کے لئے پوری پوری کوشش کریں۔ اور اس کے نتائج سے اطلاع دیں۔ تا ان کا اسم گرامی شکریہ کے ساتھ اخبار میں شائع کیا جائے۔ مبلغین سلسلہ احمدیہ میں سے مولوی علی محمد صاحب اجمیری کی مساعی قابل تحسین ہیں۔ کہ وہ اپنے دورہ تبلیغ میں الفضل کی توسیع اشاعت کا خیال رکھتے ہیں۔ تین۔چار خریدار دے چکے ہیں۔ اگر دیگر مبلغین اور مخلصین و کارکنان سلسلہ احمدیہ بھی اپنے آرگن کی نسبت یہ اہتمام رکھیں۔ تو یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔ اکثر دوست الفضل کی خریداری کو فرض کفایہ کی مد میں لاتے ہیں۔ اور ایک بستی یا شہر میں ایک اخبار کافی سمجھا جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ کسی مستطیع احمدی کو جو اخبار کا خود خریدار نہ ہو۔ پڑھنے کے لئے اخبار نہیں دینا چاہیئے۔ تاکہ مفت خوری کی عادت بدل جائے۔ الفضل کے بیشتر مضامین تمام مسلمانوں کے اغراض و مفاد پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے نہ صرف احمدیوں میں بلکہ ان لوگوں میں توسیع اشاعت کی بالخصوص کوشش ہونی چاہیئے۔ جو ابھی سلسلہ میں داخل نہیں۔ امید ہے۔ کہ اس درخواست کی طرف توجہ دی جائے گی۔ تاکہ مجلس مشاورت سے پہلے پہلے یہ اعلان کیا جاسکے کہ جلسہ سالانہ کی تحریک کے مطابق الفضل کے خریداروں کی تعداد ہوگئی ہے ؛ (مینیجر الفضل)

کشمیر کمیٹی کا طبّی وفد ریاست سے نکال دیا گیا

آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے دو ڈاکٹر ضروری ادویات دے کر بھیجے تھے۔ تاکہ مجروحینِ کوٹلی و راجوری کی مرہم پٹی کرسکیں۔ لیکن منصف صاحب بھمبر نے مسلمان مجروحین کا علاج ہونا گوارا نہ کرتے ہوئے ڈاکٹروں کو حدودِ ریاست سے فوراً نکل جانے کا حکم دے دیا۔ حکامِ ریاست نے مجروحین کوٹلی و راجوری کو ریاست کے ڈاکٹروں کے علاج

درخواست ہائے دعا

میں نے اپنے لڑکے عبدالقیوم کی صحت یابی کے لئے احباب کرام سے درخواست دعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ... افاقہ ہے۔ مگر کامل صحت نہیں ہوئی۔ اس لئے احباب دعا جاری رکھیں۔ خاکسار عبدالرشید پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بٹالہ ؛

سید علی محمد صاحب ابن سید حسن محمد صاحب سجادہ نشین لدھیانہ کی طبیعت قدرے پریشان و ناساز رہتی ہے۔ احباب سے درخواستِ دعا ہے۔ خاکسار سید محمد عبدالرحیم احمدی۔ لدھیانہ ؛

مولوی عبدالمنان صاحب امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ بعارضہ بخار اور کھانسی بیمار ہیں۔ احباب صحت کیلئے دعا فرمائیں۔ خاکسار عبدالرحمٰن

میرا لڑکا اور بیوی بیمار ہیں۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ خاکسار محمد یحییٰ شاہ احمدی۔ ترال کشمیر ؛

میں نے گورنمنٹ سکول آف انجنیئرنگ رسول میں فائنل امتحان دیا ہے۔ احباب سے کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار بشیر احمد قادیان

دعائے مغفرت

منشی عبدالخالق صاحب ساکن مظفرنگر یو۔پی۔ اپنے مخلص احمدی تھے ۲۵ جنوری کو اپنے وطن میں فوت ہوئے۔ احباب جنازہ پڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے ۔ خاکسار مفتی محمد صادق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۹۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۳۲ء | جلد ۱۹

ریاست کشمیر کے مسلمانوں پر جبر و تشدد

مسلمان ظلم و ستم کے ذریعہ غلامی میں نہیں رکھے جا سکتے

ریاست کی غلطی

حکومت جموں و کشمیر نے ریاست کے مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کی اپنے جائز اور بالکل ابتدائی انسانی حقوق اور مطالبات کے متعلق پُر امن اور آئینی جدوجہد کے مقابلہ میں پہلے دن سے جو خطرناک اور امن وامان کو تباہ کرنے والی غلطی کی۔ نہایت ہی رنج اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ تا حال اس غلطی کا بڑے شد ومد کے ساتھ اعادہ کرتی چلی جا رہی ہے۔ اور بجائے اس کے کہ تدبر اور دانش سے کام لے کر مسلمانوں کے زخمی قلوب پر عدل وانصاف کی مرہم رکھتی۔ ان کے حقوق ان کے سپرد کرنے کا انتظام کرتی۔ اور انہیں امن وچین کی زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیتی۔ روز بروز تشدد اور جبر میں اضافہ کر رہی۔ بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنا رہی اور ساری طاقت اور قوت مسلمانوں کے مٹانے میں صرف کر رہی ہے :

ریاست کی مذموم روش

اس وقت تک کے حالات و واقعات سے صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ حکومتِ کشمیر نہ صرف ہر ممکن طریق سے مسلمانوں کے ان مطالبات کو جن کی معقولیت کو تسلیم کرتی ہوئی ان کے پورا کرنے کا کئی بار وعدہ کر چکی ہے۔ کھٹائی میں ڈالے رکھنا چاہتی ہے۔ بلکہ دیدہ ودانستہ ایسے حالات پیدا کرنے میں بھی مصروف ہے۔ جن کی آڑ میں اسے مسلمانوں پر انتہائی جبر وتشدد کرنے اور طاقت وقوت کے ذریعہ کچل دینے کا موقعہ حاصل ہوتا ہے :

دربار کی برکات

اس بات کا ثبوت دیگر شواہد کے علاوہ اس ناقابل تردید حقیقت سے بھی بخوبی مل سکتا ہے۔ کہ ریاست کے اعلےٰ اور ذمہ وار حکام جب تک صوبہ کشمیر میں قیام پذیر رہے۔ اس وقت تک ریاست کے اس حصہ کے مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے رہے۔ انہیں باغی۔ ریاست کا انتظام درہم برہم کرنے والے۔ مہاراجہ صاحب کو گدی سے اتارنے کی کوشش کرنے والے۔ حتیٰ کہ کشمیر میں مسلم راج قائم کرنے والے کہہ کر متعدد مقامات پر انہیں بے دریغ گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ اور ہر قسم کے مظالم ان پر توڑے گئے۔ اس عرصہ میں ریاست کے دوسرے حصہ یعنی صوبہ جموں میں عام طور پر امن وامان رہا۔ اور سوائے جموں شہر کے جہاں ریاست کے اعلیٰ حکام کی کشمیر سے آنے کے وقت جا رہی تھی۔ کسی اور مقام پر شاید ہی کوئی حادثہ ہوا ہو۔ لیکن جونہی " دربار " سرینگر کی بجائے جموں آیا۔ اور اپنے ساتھ ان افسروں کو لایا جن کی سرینگر میں موجودگی کے وقت وہاں کہرام مچا رہا۔ مسلمان بے دریغ قتل کئے گئے۔ ٹکٹکیوں سے باندھ کر ان کی کھالیں اُدھیڑی گئیں جیل خانوں میں انہیں بھر دیا گیا۔ اور ہر قسم کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس علاقہ کے مسلمانوں پر بھی مصائب وآلام کے پہاڑ گرنے لگ گئے۔ اور ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک وُہ تباہی وبربادی مچ گئی۔ جس کے مقابلہ میں کشمیر کے مسلمانوں کی بربادی بالکل معمولی نظر آنے لگی :

بظاہر حالات تو یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ جہاں حکومت کی سب سے اعلیٰ مشینری موجود ہو۔ جہاں سب سے زیادہ ذمہ وار حکام قیام پذیر ہوں جہاں طاقت اور قوت پورے ساز وسامان کے ساتھ جمع ہو وہاں زیادہ عمدگی کے ساتھ امن قائم رہے۔ اور کوئی ایسا حادثہ رونما نہ ہو۔ جس کی وجہ سے تشدد اور جبر کی نمائش کی ضرورت لاحق ہو۔ لیکن ہوا کیا۔ یہ کہ جب تک " دربار " کشمیر میں رہا۔ علاقہ کشمیر کے مسلمانوں پر ہر قسم کی آفات اور مصائب نازل ہوتی رہیں۔ اور جب جموں آیا۔ تو اس علاقہ کے مسلمانوں کے لئے قیامت برپا ہو گئی :

علاقہ جموں کے مسلمانوں کی حالتِ زار

چنانچہ تھوڑے عرصہ میں ہی علاقہ جموں کے مسلمانوں پر جو کچھ گزری ــــ اور جس میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ وُہ مسلمان جو نہایت ہی مفلوک الحال۔ اور تنگ دست ہیں۔ جو سالہا سال سے بے پناہ مظالم کا شکار ہونے کی وجہ سے مظالم کے خلاف آواز بلند کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے جنہیں ادنےٰ سے ادنےٰ ریاستی کارندے بھی بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے پھرتے ہیں۔ ان پر ایسے ایسے الزامات لگائے گئے۔ جو شاید ہی کسی مسلح باغی قوم پر لگائے گئے ہوں۔ متعدد مندروں اور گوردواروں کو جلانے۔ ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانے۔ ان کا مال ودولت لوٹ لینے۔ ہندو عورتوں کی عصمت دری کرنے۔ ان کے ساتھ نکاح پڑھا لینے۔ گاؤں کے گاؤں آگ کی نذر کر دینے۔ وغیرہ وغیرہ وہ الزامات ہیں۔ جن کا نہ صرف ہندو اخبارات میں بار بار اعادہ کیا جا رہا ہے۔ بلکہ ریاست کے اشاعتی محکمہ نے بھی ان کی تائید میں اعلانات شائع کئے۔ جن کا خصوصیت سے ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف وُہ زہر پھیلانے جس کا پھیلانا مدنظر تھا :

سب کچھ اس لئے کیا گیا۔ اور کیا جا رہا ہے۔ کہ ریاست کو اس علاقہ میں بھی اپنے جبر وتشدد کی طاقتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقعہ ملے۔ اور وُہ مسلمانوں کو بتا سکے۔ کہ حقوق حاصل کرنا تو بڑی بات۔ ان کا زندہ رہنا بھی محض ریاست کی مرضی پر منحصر ہے۔ ریاست جب چاہے۔ اور جس طرح چاہے۔ انہیں تباہ وبرباد کر سکتی ہے چنانچہ ایسا ہی کیا جا رہا ہے :

علاقہ کشمیر میں بلا وجہ اشتعال انگیزی

ادھر جموں کے مسلمانوں کی تباہی وبربادی کے حالات سُن کر اور یہ دیکھ کر کہ قیام امن کے ذمہ وار حکام دیدہ ودانستہ ایسے حالات پیدا کر رہے ہیں۔ جو مسلمانوں کے لئے بے حد اشتعال انگیز اور موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں کشمیر کے راہ نماؤں نے نہایت دوراندیشی اور معاملہ فہمی سے کام لے کر جہاں اس بات کی پوری کوشش کی۔ کہ اس علاقہ میں ہر طرح امن قائم رہے۔ وہاں ریاست پر بھی صاف اور واضح طریق سے ظاہر کر دیا۔ کہ مسلمانانِ کشمیر کسی قانون شکنی کا قطعاً ارادہ نہیں رکھتے۔ اور عدم ادائیگی مالیہ کی تحریک سے بھی بالکل علیحدہ ہیں۔ وُہ اپنی جدوجہد آئینی حدود کے اندر کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اس اقرار پر پختگی کے ساتھ قائم ہیں۔ باوجود اس کے ریاست نے گوارا نہ کیا۔ کہ جو آگ صوبہ جموں میں لگائی جا رہی ہے۔ اس کے شعلوں سے خطہ کشمیر محفوظ رہے چنانچہ وجہ بلا ضرورت اور ذمہ وار راہ نماؤں کی طرف سے قیامِ امن کی ذمہ واری لینے کے باوجود ایسا ریگولیشن نافذ کر دیا گیا۔ جس کے رُو سے ان کو اور ریاست کے مقرر کردہ کمشنوں کے ساتھ تعاون کرنا ناممکن بنا دیا گیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کو اپنے حقوق اور

مطالبات کے متعلق اس آئینی جدوجہد سے روک دیا گیا۔ جس میں وہ ہمہ تن مصروف تھے۔ اور جس کی خود ریاست نے انہیں دعوت دے رکھی تھی:

ریگولیشن کا نفاذ

اس سے مسلمانوں نے جائز طور پر یہ سمجھا کہ ریاست کی نیت بخیر نہیں۔ اور وہ خواہ مخواہ ان کے رستہ میں روکاوٹیں پیدا کر رہی ہے۔ تاہم وہ پورے طور پر پُرامن رہے۔ اور ریاست آئینی طریق سے اس ریگولیشن کے نفاذ کی مضرت ثابت کرنے لگے۔ مگر ریاست نے اس ریگولیشن کو عملی صورت دینی شروع کر دی۔ سب سے پہلا وار مفتی ضیاء الدین صاحب پر کیا گیا۔ جو نہ صرف مسلمانوں کی۔ بلکہ قیام امن کی کوششوں میں حصہ لے کر ریاست کی بھی بہت بڑی خدمت کر رہے تھے۔ اور انہیں ریاست سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اس حکم کی نامعقولیت کی طرف ریاست کو متوجہ کیا جا ہی رہا تھا۔ کہ اس مسلمانان کشمیر کے محبوب لیڈر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کو بھی گرفتار کر لیا۔ اور جھٹ سزا دے کر جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اگرچہ شیخ صاحب بلا قصور بلکہ قیام امن کے لئے سرتوڑ کوشش کرتے ہوئے گرفتاری مسلمانانِ کشمیر کے صبر و قرار کے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ لیکن ان کے قابل اور وفادار معاونین نے ایک طرف تو مسلمانوں کو سنبھالا۔ دوسری طرف گلینسی کمیشن کو مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات کی بابت شہادتیں فراہم کرنے کا کام جسے شیخ محمد عبد اللہ صاحب سرانجام دے رہے تھے۔ اور جس میں ریاست نے انہیں گرفتار کر کے روک پیدا کر دی تھی۔ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ چنانچہ "ملاپ" ۱۰ - فروری بھی شائع کیا۔ کہ

"گلینسی کمیشن کی کارروائی جاری ہے۔ عبد اللہ کی بجائے مفتی جلال الدین شہادتیں اکٹھی کرنے کا کام کر رہا ہے۔ اور کشمیر کے متعلق کمیشن کو مسالہ بہم پہنچا رہا ہے۔ بہت سے تحریری بیانات کمیشن کے سامنے رکھے گئے ہیں۔ اور اس امر کی کوشش ہو رہی ہے کہ ریاست کے ان حصوں میں امن قائم کیا جائے۔ جہاں سے اد گزری ہیں۔"

اندھا دُھند تشدد

لیکن جبکہ ریاست بے حد جبر پر اتر آئی ہے۔ تو اس سے یہ توقع ہی فضول ہے۔ کہ وہ تدبر اور دُور اندیشی سے بھی علاقہ رکھے۔ چنانچہ شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے ساتھی اور مفتی جلال الدین صاحب کے متعلق نہ تو وہ یہ برداشت کر سکی۔ کہ گلینسی کمیشن کے سامنے مسلمانوں کی شہادتیں پیش کریں۔ اور نہ یہ بات پسند آئی۔ کہ قیام امن کی کوشش میں مصروف رہیں۔ اس لئے نہایت خطرناک جرموں کی پاداش میں جھٹ مفتی صاحب اور ان کے تین چار سرفروش ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے دفتر کی تلاشی لی گئی۔ اور تمام ریکارڈ اور ضروری دستاویزات جو مسلمانوں کے حقوق کے لحاظ سے بے حد اہمیت رکھتی تھیں۔ اور جن کے حصول میں بہت بڑی مشقت برداشت کرنی پڑی تھی۔ ضبط کر لی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے کارکنوں کو جن کی قیامِ امن کے متعلق کوششیں ریاست کے لئے شکر گزاری کا باعث تھیں۔ ریاست کی حدود سے جبراً نکال دیا گیا:

خطرناک حالات کی ذمہ وار ریاست ہے

یہ ہے ریاست کشمیر کا تازہ کارنامہ۔ جو اس نے مسلمانوں کی دادرسی کے متعلق سرانجام دیا ہے۔ اور یہ ہے وہ سلوک جو ریاست نے امن پسند۔ قانون کا احترام کرنے اور کرانے والے لوگوں کے متعلق روا رکھا ہے۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہے۔ کہ ریاست نے خود ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کی موجودگی میں مسلمان اپنے حقوق اور مطالبات کی نسبت قطعاً مایوس ہو چکے ہیں۔ اور نہایت ہی بےکسی اور بےبسی کی حالت میں تشدد اور جبر کا نشانہ بن رہے ہیں۔ ایک طرف ریاست کی اندھا دھند گرفتاریاں فوج اور پولیس کی بندوقوں کی نشانہ بازیاں ہیں۔ ہر قسم کی سختی اور تشدد سے کام لیا جا رہا ہے۔ قید و بند کی مصیبت نازل کی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے کارکنوں کو نکال دیا گیا ہے۔ جس سے مقصد یہ ہے۔ کہ نہ تو مسلمانان کشمیر کے تڑپنے اور بلکنے کی حالت میں کوئی انہیں دیکھ سکے۔ اور نہ ان کی مظلومیت کا اظہار کر سکے۔ اگر حکومت کشمیر اس طرح مسلمانوں کی اس آواز کو دبا سکتی ہے۔ جو انہوں نے اپنی مظلومیت کے خلاف اٹھا رکھی ہے۔ تو دبا لے۔ اور اگر وہ اس طرح انہیں دوسرے مسلمانوں کی ہمدردی اور خیر خواہی سے محروم کر سکتی ہے۔ تو کر لے۔ لیکن اگر اس نے ہوش و حواس کو کلیتہً جبر و تشدد کی نذر نہیں کر دیا۔ تو اسے دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ اس وقت تک کے جابرانہ رویہ نے کیا نتیجہ پیدا کیا ہے۔ اگر پہلے اس کا یہ علاج کامیاب ہوا ہے۔ تو آئندہ کی کامیابی کی بھی وہ توقع کر سکتی ہے۔ لیکن اگر پہلے اسے سخت ناکامی ہو چکی ہے اور تشدد میں روز بروز اس کا بڑھتے جانا بتا رہا ہے۔ کہ یقیناً ناکامی ہوئی ہے۔ تو اب بھی وہ کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔ اس کے لئے بہتر یہی ہے۔ کہ اس طریق کو بدل دے۔ جبر و تشدد کے نسخہ کو اس نے آزما کر دیکھ لیا۔ اب انصاف اور دادرسی کو کام میں لا دیکھے۔ مگر مصیبت یہ ہے۔ کہ اس وقت ریاست جن شیر کاروں کے ہاتھوں کھیل رہی ہے۔ وہ تشدد کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں۔ ان کے دماغ میں بات آ ہی نہیں سکتی۔ کہ غریب اور بیکس مسلمانوں کو بھی عدل و انصاف کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ ریاست کے مسلمان پیدا ہی اس لئے ہوئے ہیں۔ کہ حکمران طبقہ کی غلامی میں زندگی بسر کریں:

مسلمانوں کو غلامی میں رکھنے کا زمانہ گزر گیا

لیکن یاد رہے۔ وہ زمانہ گزر گیا۔ جب ایک قلیل التعداد قوم لاکھوں انسانوں کے گلے میں جبر و ظلم سے غلامی کا طوق ڈالے رکھتی تھی۔ اب تو ریاست کشمیر کے مسلمانوں کو بھی انسانی حقوق دینے پڑیں گے۔ خواہ عدل و انصاف شرافت و انسانیت کے ساتھ دے دیئے جائیں۔ اور خواہ ظلم و ستم کے بارود، جنگلوں اور بیابانوں میں سے گزار کر دیئے جائیں۔ مگر یہ یاد رہے۔ موخر الذکر طریق اختیار کرنے والے کی سلامتی ممکن نہیں۔ کیونکہ چاہ کن را چاہ درپیش والی مثل بالکل درست ہے۔ اور دُنیا میں شاید ہی کبھی اس کی صداقت مشتبہ ہوئی ہو۔ پس ریاست ہوش سے کام لے۔ اور جس راستہ پر آنکھیں بند کئے اندھا دھند جا رہی ہے۔ اس کے انجام سے آگاہ ہو:

اخباری غلطی پر "اہلحدیث" کی بیہودہ سرائی

ایک مذہبی آدمی کے لئے مذہبی رنگ میں اعتراض کرتے ہوئے اخباری غلطیوں کو آڑ بنانا نہایت ہی شرمناک ہے۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے خلاف لکھتے ہوئے کئی بار اس کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ حالانکہ ان کے اپنے اخبار میں آئے دن ایسی بدحواسیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جن کے متعلق ان کی "تصحیح" بالکل بے معنی نظر آتی ہے مگر ہم نے کبھی ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ ۵ - فروری کا "اہلحدیث" ہی دیکھ لیا جائے۔ جس میں "یہ نسیان ہے یا ہذیان" کے عنوان سے مولوی صاحب نے ایک کتابت کی غلطی کی بنا پر بہت کچھ بیہودہ سرائی کی ہے۔ حالانکہ اس کے ساتھ ہی یہ تصحیح درج کی ہے۔ کہ

"سابق پرچہ کے صفحہ ۔ کالم ۲ کے شروع کی عبارت پانچ سطریں غلط چھپی ہیں۔"

گویا کوئی ایک لفظ نہیں۔ ایک فقرہ نہیں۔ بلکہ اکٹھی پانچ سطریں غلط چھپ گئیں۔ اب جو شخص پانچ پانچ سطریں غلط چھاپ سکتا ہے۔ اسے ایک لفظ کے غلط چھپ جانے پر اعتراض کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ لیکن مولوی صاحب نے اس احساس سے بالکل بے نیاز ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی جلسہ سالانہ کی تقریر مندرجہ الفضل ۱۰ - جنوری میں ایک کتاب کا نام تجلیاتِ رحمانیہ کی بجائے "تفہیماتِ ربانیہ" شائع ہو جانے پر اعتراض کر دیا۔ جو دراصل تقریر لکھنے والے کی غلطی ہے۔ "تفہیماتِ ربانیہ" نام کی کتاب ۱۹۳۰ء کے جلسہ سالانہ پر شائع ہوئی تھی۔ جس کا ایک حصہ پڑھنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ "اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے۔ جو بہت اچھا تھا۔" لیکن ۱۹۳۱ء کے جلسہ پر مولوی اللہ دتا صاحب کی ایک دوسری کتاب شائع ہوئی۔ جس کا نام تجلیات رحمانیہ ہے۔ اور اسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے نہیں پڑھا تھا۔ اس لئے فرمایا۔ "ایک کتاب تجلیات رحمانیہ ابو العطاء مولوی اللہ دتا صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ میں نے اسے دیکھا نہیں۔ کہتے ہیں اچھی ہے۔ مولوی اللہ دتا صاحب ہونہار نوجوان ہیں۔ اور اچھا لکھنے والے ہیں۔ یہ کتاب بھی مفید ہوگی۔"

لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب نے تقریر لکھنے والے کی غلطی کی وجہ سے نام درست نہ چھپنے پر کچھ کا کچھ اعتراض کر دیا۔ اور "خلیفہ قادیان سے سوال" کرنے اٹھ دوڑے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں۔ کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں معقولیت اور دیانتداری کے ساتھ اعتراض کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ عید الفطر

عید منانے والوں کی اقسام

حقیقی عید مناؤ اور دوسروں کی حقیقی عید کیلئے کوشش کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۹ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

انسان

عادات اور جذبات

کا ایک مجموعہ ہے۔ اُس کے کام یا تو جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں اور یا عادات کے ماتحت ہوتے ہیں۔ عقل بھی بے شک انسان کے کاموں میں ایک حد تک حصہ رکھتی ہے لیکن وہ حصہ اتنا محدود ہے۔ کہ اگر ہم محض کتابی علم النفس پر اپنے خیالات کی بنیاد نہ رکھیں۔ بلکہ غور اور فکر سے کام لیں۔ تو ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ درحقیقت عقل جو ہے۔ وہ کسی نہ کسی ساتھی کیساتھ ملکر کام کرتی ہے۔ یا تو وہ جذبات سے ملکر کام کرتی ہے۔ یا عادات سے ملکر علیحدہ کام اس کا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اتنا کم کہ ہم اسے گنتی میں نہیں لا سکتے۔ تم

صبح سے شام تک

جو کام کرتے ہو۔ انہیں دیکھ لو۔ تمہیں یہی نظر آئیگا۔ کہ یا تو تمہارے کاموں کا اکثر حصہ عادتوں کا نتیجہ ہوگا۔ اور یا وہ جذبات کا نتیجہ۔ حرص کی وجہ سے۔ طمع کی وجہ سے۔ غصہ کی وجہ سے۔ محبت کی وجہ سے۔ وفاداری کی وجہ سے۔ طبعی میلان کی وجہ سے۔ غرض تمام ایسی باتوں کی وجہ سے وہ کام ہوں گے۔ جو

جذبات کے تابع

ہیں۔

پس اس امر کے سبب سے کہ انسان جذبات و عادات کے تابع ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنے کاموں کی علت اور ان کے مقصد پر نگاہ نہیں رکھتے۔ وہ کام تو کرتے ہیں۔ مگر غور نہیں کرتے۔ کہ وہ کس لئے کرتے ہیں۔ کیونکہ درحقیقت وہ بے اختیار ہو کر کام کر رہے ہوتے ہیں۔

عید کے متعلق

بھی ہم میں سے بہت سے ایسے لوگ ہوں گے۔ جو درحقیقت ایک عادت کے مطابق عید مناتے ہیں۔ یہی نہیں۔ کہ وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے ایک عادت لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ بلکہ مذہب کی بھی ایک عادت ہوتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ خدا اور اس کے رسول نے ایسا کہا ہے۔ اس لئے ہم اس طرح کرتے ہیں۔ اور وہ آہستہ آہستہ

حقیقت اور اصلیت

سے ناواقف ہو کر عادتاً ان امور کو کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ نہا دھو کر اور اچھے کپڑے پہن کر عیدگاہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن کبھی عید کی علت غائی پر غور نہیں کرتے۔ اور وہ کبھی اس امر کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کہ

عید کیا چیز ہے؟

اس کے فوائد کیا ہیں۔ اور آیا جب ہم عید منا رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت ہماری عید ہوتی بھی ہے۔ یا نہیں۔

میں آج اختصار کیساتھ کیونکہ میں دیر سے پہنچ سکا ہوں بسبب اس کے۔ کہ رات سے مجھے اسہال کی تکلیف ہو گئی تھی۔ اور اس وجہ سے مجھے صبح کے بعد بھی لیٹنا پڑا۔ اور تہجد کے وقت سے کئی دفعہ پیٹ میں درد بھی ہوا۔ اور اسہال بھی ہوئے۔ تو وقت چونکہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اس لئے اختصار کے ساتھ میں بتاتا ہوں۔ کہ آج کئی قسم کے لوگ ہمارے اندر موجود ہیں۔ لیکن وہ اپنی اقسام کو سمجھتے نہیں۔ وہ مختلف اقسام کے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے انہیں معلوم نہیں۔ کہ ہماری کئی قسمیں ہیں۔ یہ

عجیب فرق

ہے۔ قومیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ظاہری قومیں ہوتی ہیں۔ اور ایک باطنی۔ یعنی بعض قومیں لوگوں کے ظاہر اور بیرونی امور کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اور بعض باطنی خیالات کی وجہ سے۔ ظاہر کے لحاظ سے جو قومیں ہوتی ہیں۔ اُن کا تو لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے میں راجپوت ہوں۔ کوئی کہتا ہے۔ میں پٹھان ہوں۔ کوئی کہتا ہے میں سید ہوں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے۔ کہ ظاہری قوموں کے متعلق تو لوگ مدعی ہوتے ہیں۔ کہ ہم فلاں قوم کے ہیں۔ لیکن باطنی قوم کے متعلق اُن کے دل میں کبھی خیال پیدا نہیں ہوتا۔ اور وہ کبھی نہیں جانتے۔ کہ ہم کس قوم کے ہیں۔ اور نہ کبھی کوشش کرتے ہیں۔ کہ پتہ لگے۔ وہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

لیکن جس طرح انسانوں کی

ظاہری قومیں

ہیں۔ اسی طرح ان کی باطنی قومیں بھی ہیں۔ اُن

باطنی اقوام

میں سے جو قومیں عید سے تعلق ہیں۔ میں اس وقت ان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ عید دراصل خوشی کا نام ہے۔ اور خوشی تبھی ہوتی ہے جب انسان کامیاب ہو۔ کیونکہ درحقیقت کامیابی سے ہی

حقیقی خوشی

حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ ناکام انسان کبھی خوش نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ اپنی ناکامی پر رو رہا ہوتا ہے۔

پس جب ہم میں سے کوئی شخص عید مناتا ہے۔ تو دراصل وہ یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ میں کامیاب ہو گیا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا واقعہ میں ہم میں سے ہر شخص کامیاب ہو گیا۔ اور کیا واقعہ میں اس کامیابی کی وجہ سے اسے حق حاصل ہو گیا ہے۔ کہ وہ عید منائے۔

ایک تو

ظاہری عید

ہے۔ کہ دنوں میں سے ایک دن اپنے لئے خوشی کا قرار دے لیا جائے۔ جس دن اچھا کھانا کھانا اور اچھا کپڑا پہننا چاہیئے۔ اس کو تو جانے دو۔ کہ یہ عید تو کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی کیونکہ اس پر ہمیں کچھ نہ کچھ خرچ ہی کرنا پڑتا ہے۔ اگر اور کچھ نہ ہو۔ تو غریب لوگ سویاں ہی پکا کر کھا لیتے ہیں۔ تب بھی کم از کم اُن کے دو چار آنے ضرور خرچ ہو جاتے ہیں۔ تو جس عید پر ہمیں خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور جو ہمیں کچھ دیکر نہیں جاتی۔ وہ تو عید نہیں ہو سکتی

عید تو وہ ہے۔ جو کچھ ہمیں دے کر جائے۔ اور وہ عید

درحقیقت

باطنی عید

ہی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہم کامیاب ہوگئے۔ اس کامیابی کو دیکھ کر ہمارے دلوں میں جو خوشی پیدا ہوتی ہے۔ اسکی ظاہری علامت اللہ تعالےٰ نے عید رکھی ہے۔ یہ علامت اللہ تعالےٰ نے روزہ داروں کے مہینہ بھر کے روزوں کے قبول ہونے کی قرار دی ہے۔ اور یہ علامت اس بات پر شہادت مقرر کی ہے کہ اُن کے روزے مقبول ہوگئے ؏

پس

روزوں کے مقبول ہونے کے خیال سے

اس عید پر لوگ خوشی مناتے ہیں اور وُہ اس بات پر خوش ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں عبادت کی توفیق عطا فرمائی۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا واقعہ میں خدا نے ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دی۔ اور کیا واقعہ میں ہماری وُہ عبادت قبول بھی ہوگئی۔ اگر ہمیں

عبادت کی توفیق

ملی ہے۔ تو بھی ہمیں کیا پتہ۔ کہ ہماری وہ عبادت قبول بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ کیونکہ کئی عبادتیں قبول نہیں ہوتیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے

جلدی جلدی نماز پڑھی

جب نماز سے فارغ ہوُا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ پھر نماز پڑھو۔ کیونکہ تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی۔ اُس نے پھر جلدی جلدی نماز پڑھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا۔ کہ پھر نماز پڑھو۔ تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی۔ اس نے پھر اسی طرح نماز پڑھی۔ اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ تو اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں کس طرح نماز پڑھوں۔ آپ نے فرمایا

آہستگی اور سکون

کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے۔ تب نماز قبول ہوتی ہے۔ پس جس طرح نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ اسی طرح بعض

روزہ داروں کے روزے

بھی قبول نہیں ہوتے۔ پھر کئی ایسے ہوتے ہیں۔ جنہیں بیماریوں اور معذوریوں کی وجہ سے روزے رکھنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ اور کئی ایسے ہوتے ہیں۔ جو باوجود طاقت کے روزے نہیں رکھتے۔ مگر عید میں یہ تمام لوگ جو بالکل مختلف اقسام کے ہیں۔ شامل ہوجاتے ہیں۔ بلکہ ایسے لوگ سب سے پیش پیش ہوتے ہیں ؏

ہمارے ملک میں

ایک لطیفہ

مشہور ہے۔ کہ ایک لونڈی تھی۔ جو رمضان کے دنوں میں باقاعدہ اُٹھکر سحری کھایا کرتی۔ مگر روزہ نہیں رکھا کرتی تھی۔ ایک دن اس کی مالکہ نے۔ اُسے کہا۔ تو روزانہ سحری کے وقت اٹھتی ہے۔ اور سحری کھانے کے باوجود روزہ نہیں رکھتی۔ تجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ سحری کے وقت اٹھتی ہے۔ اُس نے کہا۔ بیوی میں نماز نہیں پڑھتی روزہ نہیں رکھتی۔ کیا سحری بھی نہ کھاؤں۔ اور کافر ہی ہوجاؤں۔ گویا اس کے نزدیک اسلام کے

تین رُکن

تھے۔ نماز۔ روزہ اور سحری کھانا۔ اگر پہلے دو رکن نماز اور روزہ چھوٹ جاتے ہیں۔ تب تو اسلام قائم رہتا ہے۔ لیکن اگر تیسرا رکن سحری کھانا چھوٹ جائے۔ تو انسان کافر ہوجاتا ہے۔ یہ ہے تو لطیفہ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو بہت لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ نمازیں وُہ نہیں پڑھتے۔ روزے وُہ نہیں رکھتے۔ مگر عید میں سب سے زیادہ خوشی مناتے بلکہ سب سے پہلے آکر شامل ہوجاتے ہیں۔

وُہ عید مناتے ہیں۔ اور پوری طرح مناتے ہیں۔ نہاتے ہیں اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ بناؤ سنگھار کرتے ہیں۔ خوب کھاتے پیتے ہیں گویا جو کمی نمازوں اور روزوں کی وجہ سے ان کے ایمان میں رہ گئی تھی۔ اسے عید کے روز کھانے۔ پینے اور عمدہ کپڑے پہننے سے پُورا کرنا چاہتے ہیں۔ اور وُہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم نے اسلام کے ارکان کو پُورا کر لیا ؏

لیکن اس قسم کے دھوکوں کے ساتھ خدا تو دھوکے میں نہیں آسکتا۔ اور نہ ہی ہمارے نفس کو کچھ فائدہ ہوسکتا ہے۔ پس ہمیں اپنے دلوں میں غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہم لوگ کس قسم میں سے ہیں۔ اور ہماری عید کیسی ہے۔ سو یاد رکھو۔ عموماً

عید تین قسم کی

ہُوا کرتی ہے۔ ایک عید تو اُس شخص کی ہے۔ جس نے اپنے رب سے ملنے کی کوشش کی۔ اخلاص سے عبادت کی۔ محبت الٰہی سے خدا کے بندوں کی خدمت کی۔ صفائی قلب سے اُس نے خدا سے اور اس کے بندوں سے صلح کی۔ اُس نے نمازیں پڑھیں۔ اور صرف خدا کے لئے پڑھیں۔ دکھاوے کے لئے نہیں۔ اُس نے روزے رکھے۔ اور صرف خدا کے لئے رکھے۔ لوگوں میں روزہ دار مشہور ہونے کے لئے نہیں۔ اُس نے ذکرِ الٰہی کیا۔ اور محض خدا کے لئے کیا۔ لوگوں کے خوش کرنے کے لئے نہیں۔ اس نے صدقہ و خیرات دیا۔ اور اس لئے دیا۔ کہ خدا کی رضا حاصل ہو۔ لوگوں پر احسان جتانے یا نیک نامی حاصل کرنے کے لئے نہیں۔ اُس نے حج بھی کیا۔ مگر سیر کرنے کے لئے یا لوگوں میں حاجی کہلانے کے لئے نہیں۔ بلکہ محض اس لئے کہ اُس کا خُدا اُس سے راضی ہوجائے۔ اُس نے دین کی تبلیغ کی۔ مگر اس لئے نہیں۔ کہ وُہ بڑا مبلغ کہلائے۔ اور لوگ اس کی تعریف کریں۔ بلکہ اُس نے ایک ایک لفظ جو اپنی زبان سے نکالا۔ اس خیال اور یقین کے ماتحت نکالا۔ کہ خواہ لوگ میری تعریف کریں۔ یا مذمت۔ میں بہرحال وُہی کہونگا۔ اور کہتا چلا جاؤنگا۔ جس کا خدا نے مجھے حکم دیا ایسے شخص نے اپنے خُدا کو پالیا۔ اور اس کے خدا نے اس گم گشتہ بندے کو ڈھونڈھ لیا۔

جُدائی اور فراق کی گھڑیاں

کٹ گئیں۔ بچھڑے ہوئے مل گئے۔ اور عاشق اپنے معشوق کی گود میں جا بیٹھا۔ اُس بندہ کی آج بھی عید ہے۔ اور کل بھی۔ بلکہ ایسے بندہ کی ہمیشہ ہی عید ہے۔ اللہ تعالےٰ کے کئی ایسے بندے آج ہماری اس مجلس میں بھی بیٹھے ہوئے ہیں ؏

پھر

کئی ہیں۔

جن کے لباس بوسیدہ ہیں۔ کئی ہیں۔ جن کے چہرے پژمردہ ہیں۔ کئی ہیں۔ جن کی صحتیں بگڑی ہوئی ہیں۔ کئی ہیں جنکی کمریں جھکی ہوئی۔ جن کی آنکھیں نیچی۔ اور جن کی آواز پست ہے۔ دیکھنے والا انہیں دیکھ کر نہیں سمجھ سکتا۔ کہ یہ بھی کوئی عید منا رہے ہیں۔ ایک اچھے کپڑے پہن کر اور عمدہ کھانے کھا کر آنے والا انسان ان کو دیکھ کر حقارت سے اپنا موُنہہ پھیر لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ ان کی بھی کوئی عید ہے۔ حالانکہ عید انہی کی ہے ؏

جس وقت یہ مغرور اور خود پسند انسان عمدہ عمدہ کھانوں پر اپنا ہاتھ مار رہا تھا۔ عمدہ اور تر لقمے اپنے حلق سے اُتار رہا تھا۔ اس وقت اس مسکین غریب۔ اور کمزور نظر آنے والے انسان کو خُدا

اپنی گود میں لیکر

اپنے ہاتھ سے لقمے کھلا رہا تھا ؏

وُہ خشک اور سوکھا ٹکڑہ جو اس کے حلق میں گیا۔ یا وُہ گرد و غبار سے اٹی ہُوئی ہوا جو اس کے نتھنوں میں پہونچی۔ یا وہ کرخت شور جس نے اس کے دماغ کو پراگندہ کرنا چاہا۔ ساری دُنیا کی نگاہ میں حقیر اور ذلیل تھا۔ مگر اس غریب اور مسکین کے لئے نہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں اسے اپنے

محبُوب کے ہاتھوں

ملیں۔ اور محبوب کا عطیہ دنیا کی تمام چیزوں سے اعلےٰ اور گراں بہا ہوتا ہے ؏

پھر ہماری مجلس میں

وُہ بھی ہیں

جن کے ظاہری لباس بھی اچھے ہیں۔ جنہیں کھانے بھی اچھے نصیب ہُوئے۔ جن کو سنتِ نبوی صلعم کے مطابق عطر و خوشبُو لگانے کا بھی موقعہ ملا۔ اور ان ظاہری زیب و زینت کی چیزوں کے ساتھ ہی باطنی طور پر اللہ تعالےٰ کا وصال بھی ان کو حاصل ہوگیا۔ جس طرح اس

غریب اور مسکین بندہ

کے موُنہہ میں جبکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حضور قبولیت عطا فرمائی خدا نے اپنی نہاں در نہاں مصلحتوں اور حکمتوں کے ماتحت سوکھی روٹی کا ٹکڑہ ڈالا۔ اسی خُدا نے اپنی ایک اور مصلحت

کے ماتحت اپنے ایک اور بندہ کے منہ میں نرم نرم اور اعلیٰ غذا ڈالی یہ اس کی مصلحتیں ہیں اور نادان ہے وہ جو ان مصلحتوں پر اعتراض کرے۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے کس بندے کو کس نظر سے دیکھوں۔ اس کی ازل سے یہی سنت چلی آتی ہے۔ کہ وہ اپنے کسی بندہ کو کانٹوں پر سے گزارتے ہوئے اپنے پاس بلاتا ہے اور کسی کو

پھولوں کی سیج پر سے

گزارتے ہوئے اپنے پاس جگہ دیتا ہے۔ وہ بے وقوف ہے جو یہ کہتا ہے کہ کانٹوں پر سے چل کر آنے والا ہی خدا رسیدہ اور مقبول ہے۔ اسی طرح وہ بھی بے وقوف ہے جو خیال کرتا ہے کہ پھولوں پر سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنے والا ہی مقبول ہے۔ یاد رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات ہیں۔ اسی طرح اس کے پاس پہنچنے کے راستے بھی مختلف ہیں بعض لوگ اسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بعض

برگزیدوں پر اعتراض

کر دیا کرتے ہیں کہ یہ کیونکر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہو سکتے ہیں جبکہ یہ اچھی چیزیں کھاتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ آپ اس مکان کے قریب سے گذر رہے تھے جو مسجد اقصیٰ سے ملحق ہے یہ ڈپٹیوں کا مکان کہلاتا تھا اسے اب خرید لیا گیا ہے اور اس میں سلسلہ کے دفاتر ہیں۔ اس مکان کا مالک جو ہندو تھا اور ڈپٹی رہ چکا تھا حضرت خلیفہ اول سے کہنے لگا۔ میں آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں اگر آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے کہا بے شک دریافت کرو میں ناراض نہیں ہونگا اس نے کہا میں نے سنا ہے آپ کے مرزا صاحب پلاؤ اور بادام روغن بھی کھا لیتے ہیں۔ فرمانے لگے میں نے کہا ہاں کھا لیتے ہیں ہمارے ہاں یہ چیزیں

پاک اور طیب

ہیں۔ اور ان کا کھانا جائز ہے اس پر وہ بڑی بے پروہ صورت بنا کر کہنے لگا کیا فقراں نوں بھی جائز ہے۔ آپ فرماتے میں نے کہا ہاں فقراں نوں بھی جائز ہے۔ تب وہ خموش ہو گیا۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ میری بات کا کوئی اثر نہیں ہوا تو اس کے نزدیک بزرگی کا یہی معیار تھا کہ عمدہ غذائیں نہ کھائی جائیں۔

ایک اور ہمارے دوست تھے وہ ایک دفعہ کسی

مجسٹریٹ کی عدالت میں

پیش ہوئے۔ مجسٹریٹ نے ان سے کہا میں آپ سے ایک مذہبی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ ناراض تو نہ ہوں گے انہوں نے کہا کہ میں کوئی پاگل ہوں جو یوں ہی ناراض ہو جاؤں ہاں اگر آپ ناراض کرنے والی بات کہیں گے تو ناراض ہونگا مجسٹریٹ نے کئی ایک سوالات کئے۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں نے سنا ہے۔ مرزا صاحب

اچھے کھانے

کھاتے ہیں۔ کہنے لگے مرزا صاحب پاک آدمی ہیں۔ وہ پاک کھانے کھاتے ہیں آپ بے شک نجاست کھائیں۔ ہم آپ پر کبھی اعتراض نہیں کریں گے۔

اس نے اور بھی سوالات کئے تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں نے سنا ہے مرزا صاحب اپنی بیوی کو ساتھ لے کر سیر کرنے جاتے ہیں۔ اس زمانہ میں دستور تھا کہ ہندو عورتیں جب باہر نکلتیں تو ان کے ساتھ کوئی نوکر جسے ٹہلیا کہتے ہیں جاتا۔ اور خاوند کا ساتھ جانا معیوب سمجھا جاتا۔ وہ کہنے لگے۔ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ان کی بیوی کو دیکھ کر لوگ یہی کہتے ہوں گے۔ کہ یہ مرزا صاحب کی بیوی ہے۔ مگر جب آپ کی بیوی نوکر کے ساتھ پھرتے دیکھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں یہ ٹہلیا کی بیوی ہے۔ یہی فرق ہے ورنہ بات تو کچھ نہیں۔

تو دنیا میں لوگوں نے قیاسات سے کام لے کر سمجھ لیا ہے۔ کہ

خدا رسیدہ

لوگوں کی یہ یہ علامات ہیں۔ اس غلط اصل کے ماتحت بعضوں نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ خدا رسیدہ وہ ہوتے ہیں جو فاقے کریں۔ اور کئی کئی دن تک بھوکے رہیں۔ حالانکہ بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے کھلا کر اپنے حضور قریب کرتا ہے اور بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جنہیں فاقوں کے ذریعہ اپنے قریب کرتا ہے۔

حضرت مسیح ناصری

پر بھی لوگوں نے یہی اعتراض کیا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ کھاتے پیتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا "دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی" (متی ۱۱/۱۹) حضرت مسیح نے اس موقعہ پر یہی جواب دیا کہ پہلے وہ آئے جو فاقے کرتے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بھوکے رہتے تھے مگر لوگوں نے جب انہیں دیکھا تو کہنے لگے۔ ان پر خدا کی مار پڑی ہے۔ کھانے کو کچھ ملتا نہیں۔ تب اس نے اپنا وہ رسول بھیجا جسے کھانے اور پینے کو با فراط عطا فرمایا۔ اس وقت لوگوں نے کہا کہ یہ کھاؤ اور پیو ہے قرآن کریم سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہوئی کہ وہ آپ کو فاقوں کے ذریعے اپنے قریب کرے۔ یہی وجہ ہے کہ مخالف اعتراض کرتے اس کے پاس دولت نہیں سلطنت اور حکومت نہیں ترفہ اور فارغ البالی کا کوئی سامان نہیں فرشتے اس کے ساتھ دکھائی نہیں دیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اور اسے ہر قسم کا سامانِ راحت عطا فرمایا۔ تب لوگوں نے پہلے مسیح کی طرح اس پر بھی اعتراض کرنے شروع کر دئے اور کہا کہ یہ مسیح موعود کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہ پلاؤ اور بادام روغن کھاتا ہے۔ حالانکہ نہ کھانا کھانا خدا کی محبت کا ثبوت ہے۔ اور نہ فاقہ کرنا اس کے قرب کی دلیل ہے۔ کیا ہزاروں نہیں لاکھوں فاقے کرنے والے ایسے نہیں۔ جن کا خدا سے کوئی تعلق نہیں اور کیا لاکھوں عمدہ عمدہ کھانے کھانے والے ایسے نہیں جن کے دل خدا کی محبت سے محروم ہیں۔ پس

خدا کے تعلق کا ثبوت

انسان کے فاقوں یا کھانے پر نہیں بلکہ خدا کی محبت کا ثبوت خدا کے سلوک پر ہے۔ اگر لوگوں کو فاقوں سے ہی بزرگی حاصل ہو سکتی تو لاکھوں فاقہ کرنے والے آج خدا رسیدہ نظر آتے اور اگر اعلیٰ کھانوں سے بزرگی حاصل ہو سکتی تو امراء سب سے بڑھ کر خدا رسیدہ ہوتے۔ مگر امارت نے جہاں بہت سے فرعون پیدا کر دئے وہاں فاقہ نے بھی بہت لوگوں کو کافر بنا یا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کاد الفقر ان یکون کفرا قریب ہے کہ فقر و فاقہ انسان کو کافر بنا دے۔ پس یہ

دونوں راہیں

غلط ہیں۔ اصل راہ وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہو خدا اگر فاقہ کے ذریعہ کسی کو اپنے قریب کرنا چاہے۔ تو اس وقت فاقہ اختیار کرنا ہی اصل نیکی ہے۔ اور اگر خدا کسی کو کھانا کھلا کر اپنے قریب کرنا چاہے۔ تو اس وقت کھانا کھانا ہی

اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب

ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ کثرت سے اموال آگئے۔ آپ نے انصار سے فرمایا۔ کہ لو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اموال میں سے دیتا ہوں اس وقت انصار نے کہا یا رسول اللہ یہ سب کچھ مہاجرین کو دیدیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے۔ وہی کافی ہے۔

اب بظاہر یہ انصار کی

کتنی بڑی قربانی

دکھائی دیتی ہے۔ کہ اموال مل رہے ہیں۔ مگر وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہمارے پاس بہت ہے ہمارے دوسرے بھائیوں کو دیدئے جائیں۔ لیکن خدا کی نگاہ میں یہ قربانی نہ ٹھہری۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت انصار کے جواب میں فرمایا۔ میں نے تمہیں

خدا کی ایک نعمت

دینی چاہی مگر تم نے انکار کیا۔ اب دنیا میں تمہیں کوئی نعمت نہیں ملیگی۔ حوض کوثر پر ہی آ کر لینا۔ چنانچہ دیکھ لو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کو جب بادشاہت ملی ۔ تو کوئی انصاری بادشاہ نہیں ہوا ۔

تیرہ سو سال کے عرصہ میں

مہاجرین بادشاہ بنے ۔ غلام بادشاہ بنے خادم بادشاہ بنے اسلام کے ذریعہ راجپوت پٹھان مغل ایرانی طرابلسی افغانی جزائری بادشاہ ہوئے مگر وہ قوم جس کے متعلق آتا ہے ۔ کہ اس نے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے اپنے گھر خالی کر دیئے ۔ انہیں بادشاہت نصیب نہ ہوئی ۔ اس لئے نہیں کہ انہوں نے خدا کے لئے فاقے نہیں کئے تھے ۔ بلکہ اس لئے کہ انہوں نے خدا کے لئے کھانا نہیں کھایا تھا ۔ بے شک خدا نے اس لئے کہ انہوں نے اس

نعمت کا انکار

گستاخی کی وجہ سے نہیں بلکہ ناسمجھی کی وجہ سے کیا ۔ انہیں اجر سے محروم نہیں رکھا اور انہیں

حوض کوثر پر

انعامات دیئے جانے کا وعدہ دیدیا مگر دنیا میں انہیں کبھی بادشاہت نصیب نہ ہوئی ۔

غرض کئی اللہ تعالیٰ کے بندے ہماری مجلس میں اس وقت ایسے ہیں جن کے ظاہری جسم بھی عید منا رہے ہیں اور جن کے دل بھی عید منا رہے ہیں انہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت کا مقام حاصل ہے اور گو وہ بظاہر اس جگہ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر ان کے قدم عرش الٰہی پر ہیں یہی لوگ ہیں جن کی حقیقی عید ہے

پھر کئی

غریب اور فقیر

ہیں جن کا کھانا اچھا نہیں اور جن کے کپڑے اچھے نہیں ۔ انہیں دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ہر ایک نعمت سے محروم رکھے گئے ہیں مگر وہ بھی اس وقت

خدا کی گود میں

ہیں ۔ اور گو وہ یہاں بیٹھے ہیں مگر وہ بھی دراصل عرش الٰہی پر پہنچے ہوئے ہیں ۔ یہ دونوں گروہ مبارک ہیں ۔ یہ دونوں گروہ بابرکت ہیں ان دونوں کو عید مبارک ہو ۔ پھر

ایک اور قسم کے لوگ

ہیں جنہوں نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق عمدہ کھانے بھی کھائے اچھے کپڑے بھی پہنے ۔ عطر اور خوشبو بھی لگائی ۔ بالکل ممکن ہے انہوں نے عید کارڈ بھی بھیجے اور انہیں بھی عید کارڈ آئے ہوں ۔ انہوں نے عیدیاں دیں اور خود بھی وصول کیں وہ بھی خوش ہیں کہ انہیں عید مل گئی ۔ مگر وہ عید سے اتنے ہی دور ہیں جتنا مشرق مغرب سے دور ہے ۔ یا جتنا زمین آسمان سے دور ہے ۔ مگر باوجود اس کے وہ خوش ہیں اور باوجود اس کے وہ

عید کی مسرتوں میں

شامل ہیں ۔ ان کی خوشی بالکل اس بچے کی سی ہے جو نادانی سے ایک سانپ کو دیکھتا ہے ۔ اور اس کی چمکیلی آنکھوں کو دیکھ کر اسے کھلونا سمجھتا ہے ۔ تب وہ محبت اور پیار سے اسے پکڑ لیتا ہے اور سمجھتا ہے مجھے بڑی اچھی چیز حاصل ہو گئی ۔ حالانکہ جس وقت وہ خوشی سے جھوم رہا ہوتا ہے جس وقت وہ مسرت اور انبساط سے اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا ۔ اس وقت سانپ کا زہر جو اسے ایک منٹ میں اس جہان سے اگلے جہان پہنچانے والا ہوتا ہے اس کے بدن میں سرایت کر رہا ہوتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ تھوڑی ہی دیر میں اس کی تمام خوشی جاتی رہیگی اس کی تمام مسرتیں خاک میں مل جائیں گی اور وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیگا ۔

یا اس کی خوشی اس بچے کی سی ہوتی ہے جس کی

بیمار ماں

اکیلی رات کو ایک مکان میں سو رہی ہو ۔ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں میں سے کوئی پاس نہ ہو ۔ رات ہی کو وہ وفات پا گئی ۔ صبح اس کا بچہ اٹھتا ہے وہ مسکراتے ہوئے اپنی باہیں ماں کے گلے میں ڈال دیتا ہے اور اسے سویا ہوا سمجھ کر جگانے کی کوشش کرتا ہے ۔ اپنی مسکراہٹ سے ماں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے ۔ اس وقت عید کی سی خوشی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور اس کا ننھا سا دل انتہائی خوشی سے لبریز ہو جاتا ہے مگر اسے کیا معلوم کہ اب دنیا میں سوائے تاریکی اور ظلمت کے اس کے لئے کچھ نہیں سالہا سال کی جدائی سالہا سال کی مصیبت اور سالہا سال کا دکھ اس کے لئے مقدر ہو چکا ۔ وہ کبھی اپنے ماں کے گالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے اماں اماں مگر وہ نہیں جانتا کہ اب اس کی ماں اسے جواب نہیں دیگی ۔ اس کی ماں اس سے جدا ہو چکی اور اب وہ کبھی اس سے بات نہیں کریگی ۔

یہی مثال اس شخص کی ہوتی ہے ۔ یہ بھی خوش ہوتا ہے اور شاید اپنی نادانی سے ان خدا رسیدہ لوگوں سے بھی زیادہ خوش ہو جو عرش الٰہی پر پہنچ چکے ہوں مگر یہ

نادانی اور غفلت کی خوشی

ہوتی ہے بیشک اس کے لئے اپنے خیال میں عید ہے مگر ایک ماتم کی پیش خبری ۔ ہر تر لقمہ جو آج اس کے حلق میں جاتا ہے ۔ وہ ایسا ہی تر لقمہ ہے ۔ جو پھانسی سے پہلے کسی قاتل کو کھلایا جاتا ہے ۔ کہتے ہیں جب کسی کو پھانسی دینے لگتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں ۔ کہ جو چیز کھانا چاہے ۔ کھالے ۔ اور جو کچھ کہتا ہے ۔ اسے منگا دیتے ہیں ۔ تا دنیا کی نعمتوں میں سے اپنا

آخری حصہ

لے لے ۔ مگر اسے کیا معلوم کہ جس وقت وہ خوشی خوشی کھانا کھا رہا ہے باہر اس کے لئے پھانسی کا رسہ لٹکایا جا رہا ہے ۔ اور لوگ اس کے جنازہ کی تیاریوں میں مصروف ہیں ۔ اس شخص کی خوشی بھی جو عید پر مناتا ہے ناواقفی اور جہالت کی خوشی ہوتی ہے اس کے لئے بھی

پھانسی کا رسہ

تیار ہو رہا ہوتا ہے اس کے لئے بھی لوگ جنازہ کی تیاریوں میں مصروف ہوتے ہیں مگر آہ وہ خوش ہو رہا ہوتا ہے ۔ کہ میں عید منا رہا ہوں ۔ کاش اس کی آنکھیں ۔ کھلتیں ۔ کاش اسے کوئی بتاتا کہ جس وقت وہ عید منا رہا ہے دراصل اس کے لئے ماتم کا مقام ہے ۔ جب وہ خوشی کر رہا ہے لوگ اس پر ماتم کی تیاری میں مصروف ہیں ۔ جس وقت وہ دوستوں اور عزیزوں سے مل رہا ہوتا ہے ۔ اس کے واقف اور دوست اس کی موت پر رو رہے ہوتے ہیں ۔ کاش اس کو بھی عید نصیب ہوتی ۔ کاش اس کو بھی حقیقی خوشی حاصل ہوتی ۔ ‬

ان دونوں کے سوا

کچھ اور لوگ

ہیں ۔ یہ دونوں تو وہ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہم عید منا رہے ہیں خدا رسیدہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم عید منا رہے ہیں اور وہ جنہیں عید نصیب نہیں مگر دھوکا خوردہ ہیں ۔ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم عید منا رہے ہیں لیکن ایک

تیسری قسم

ہے جو ان دونوں سے بالکل جداگانہ ہے ۔ اور وہ اس

گنہگار کی عید

ہے ۔ جو جانتا ہے کہ میں گنہگار ہوں ۔ اس نے روزے تو رکھے مگر سمجھتا ہے کہ روزے پوری طرح نہیں رکھے ۔ وہ خیال کرتا ہے کہ جو روزوں کا حق تھا وہ ادا نہیں کر سکا اس نے نمازیں بھی پڑھیں مگر وہ کہتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی شرطوں کے مطابق میں نمازیں ادا نہیں کر سکا ۔ آج وہ بھی شاید ایک رسم کے ماتحت اور شائد لوگوں کے دکھاوے کے لئے عمدہ لباس پہن کر اس مجلس میں آگیا ہے ۔ اور شاید وہ عمدہ کھانا کھا کر بھی آیا ہو ۔ مگر اس کا دل رو رہا ہے اس کا دماغ پریشان ہے اور اس کی ایک نگاہ اپنے بھائیوں پر پڑتی ہے اور دوسری نگاہ اپنے

تاریک دل

پر ۔ اچھے اور تر لقمے اس کے گلے سے نیچے نہیں اترتے اور ہر لقمہ خواہ وہ کتنا ہی تر ہو اس کے گلے میں پھنس پھنس جاتا ہے وہ آج صبح اچھے کپڑے تو پہن کر آیا ۔ مگر باوجود اس کے ہر دفعہ جب اس کی نگاہ اپنے اچھے کپڑوں پر پڑی اس کا دل رو دیا

اور اس نے کہا کاش میرا اندرونہ بھی ایسا ہی سفید ہوتا۔ جس طرح لباس سفید ہے۔ پھر جب اس کی نظر اپنے بھائی پر پڑتی ہے۔ تو بالکل اسی طرح جس طرح چور کسی دوسرے شخص کو دیکھ کر ٹھٹک جاتا ہے۔ اس کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں اور وہ خیال کرتا ہو کہ مجھے پکڑنے والا آ گیا۔ اور میری چوری پکڑی گئی۔ اسی طرح یہ بھی خیال کرتا ہے۔ کہ شاید میرے دل کے گناہ اسے نظر آ گئے۔ شاید میرے اندرونہ کی تاریکی اسے نظر آنے لگی۔ اور شائد اسے پتہ لگ گیا۔ کہ مجھ میں یہ یہ نقائص ہیں۔ ہر دفعہ جب یہ اپنے بیوی اور بچوں اور دوستوں اور ہمسائیوں پر نگاہ دوڑاتا ہے اور پھر اپنے نفس پر غور کرتا ہے تو شرمندہ ہو جاتا اور ندامت سے سر جھکا لیتا ہے یہ ظاہر میں

خوشی کی مجلس

میں شامل ہے۔ مگر اس کا دل اپنے گناہوں کی وجہ سے ندامت اور شرمندگی سے پُر ہے۔

اس جیسے اور بھی کئی ایک گنہگار ہوں گے مگر یہ اپنی ندامت اور شرمندگی کی وجہ سے خیال کرتا ہے۔ شاید میں ہی ایک ایسا ہوں جسے حقیقی عید میسر نہیں۔ وہ حیران ہوتا ہے۔ کہ میں نہ ادھر کا رہا۔ اور نہ ادھر کا۔ نہ ان میں شامل ہوں جو غفلت اور نادانی سے عید منا رہے ہیں اور نہ ان میں شامل ہوں جو

وصالِ الٰہی

کی خوشی میں عید منا رہے ہیں اس شخص کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہوتی ہے۔ جو رسہ کے ذریعہ بلند مینار پر چڑھنا چاہتا ہو۔ مگر درمیان میں لٹک رہا ہو۔ وہ زمین پر نہیں کہ اوپر چڑھنے کی امید رکھتا ہو۔ اور اس جگہ نہیں جہاں اس کا پہونچنا ضروری ہے۔ بلکہ درمیان میں لٹکا ہوا ہے ممکن ہے ایسے شخص نے ظاہر میں بھی عید نہ منائی ہو اور ممکن ہے اس شخص کے ظاہر نے اس خیال کے ماتحت عید منائی ہو کہ۔ اگر میں اپنے باطن کو اچھا نہیں بنا سکا۔ تو کم از کم میں اپنا ظاہری خوبصورت بنا لوں۔ پھر ممکن ہے اس شخص نے اس خیال سے عید منائی ہو کہ خدا بڑا ستّار ہے۔ اگر میں ظاہر میں عید منا لوں تو کیا تعجب ہے۔ خدا مجھے باطن میں بھی عید منانے کی توفیق عطا فرما دے اور کیا تعجب ہے جس طرح خدا نے میرے ظاہر کی ستّاری کی ہے اسی طرح میرے باطن کی بھی ستّاری کرے۔ یہ ندامت والے اور

نفس لوامہ رکھنے والے

بندے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے عید دنی لحاظ سے سب سے زیادہ صدمے والی ہوتی ہے۔ کیونکہ سب سے زیادہ رونا اسی وقت آتا ہے جب دوسرے تو خوشی منا رہے ہوں۔ مگر خود انسان اس میں حصہ نہ لے سکے۔

جدائی کی گھڑیاں

ہمیشہ ہی شاق ہوتی ہیں لیکن عید کے دن وہ اور بھی زیادہ شاق ہو جاتی ہیں۔ جب وہ بھائی کو اپنے بھائی سے ملتا دیکھتا ہے۔ جب وہ دوست کو دوست سے ملتے دیکھتا ہے جب وہ باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے ملتے دیکھتا ہے۔ تو اس کے دل سے ایک آہ نکلتی ہے۔ ایک کمزور سی آہ ایک ضعیف سی آہ۔ مگر اس لئے نہیں کہ اس کا درد بہت زیادہ نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ درد نے اسے اس قدر نڈھال کر دیا ہے کہ اب وہ بلند آواز سے آہ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ سب اپنے اپنے محبوبوں سے مل رہے ہیں لیکن میں اپنے محبوب سے نہیں مل سکا وہ جس کے دل میں

خدا کی محبت

نہیں وہ تو اپنے عزیزوں سے مل کر ہی خوش ہو سکتا ہے۔ اور کہہ سکتا ہے۔ کہ یہی عزیز تھے جن سے ملنا میرا مقصد تھا۔ مگر جس کا خدا محبوب ہے۔ وہ جب اپنے بیوی بچوں عزیزوں اور دوستوں کو خوش ہوتے دیکھتا ہے۔ تو ان کی خوشی اس کے دل میں بجائے خوشی کے حسرت اور بجائے راحت کے رنج و الم کے جذبات پیدا کر دیتی ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔ وہ اپنا قدم بڑھانا چاہتا ہے۔ مگر نہیں اٹھتا۔ وہ نہ آگے بڑھ سکتا ہے۔ نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے اس شخص کی عید سے زیادہ غمناک اور رنجدہ اور کوئی گھڑی نہیں ہو سکتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ

لکھا ہے۔ ان کے سامنے ایک دفعہ نہایت ہی عمدہ کھانا پکا کر رکھا گیا میدے کی نرم نرم روٹیاں تھیں۔ جو ان کے سامنے لائی گئیں اس زمانہ کے لحاظ سے یہ نئی چیز تھی۔ کیونکہ عرب لوگ جب باہر نکلے۔ اور انہوں نے دوسرے ملکوں کو فتح کیا تو ان فتوحات کی وجہ سے میدہ عرب میں آنے لگا ورنہ عرب میں میدہ نہیں ہوتا تھا۔ میدہ کی نرم نرم روٹی جب ان کے سامنے رکھی گئی۔ تو وہ روٹی کھاتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ ایک عورت کہتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا۔ آپ روتی کیوں ہیں کھانا تو بڑا اچھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کھانا اچھا ہوتا ہی میرے لئے

وبالِ جان

بن گیا ہے اور میرے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ بلکہ پھنس پھنس جاتا ہے۔ مجھے آج خیال آ رہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت چکیاں نہیں تھیں۔ ہم پتھروں پر جَو کوٹ لیتے اور ہانڈیوں پر پھٹک کر اس کی بھوسی اڑا دیتے اور جو کچھ باقی بچتا اس کی روٹی پکا کر کھا لیتے۔ مجھے خیال آتا ہے اگر یہ نعمتیں جو ہمیں آج رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وجہ سے حاصل ہیں۔ اس وقت ہوتیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم موجود تھے۔ تو میں یہ میدے کی روٹی آپ کو پکا کر کھلاتی۔ اسی صبح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جَو کی روٹی کھائی ہوگی تو یہ خیال نہیں آیا مگر جب زیادہ آرام کی گھڑی آئی تو اس کے ساتھ ہی زیادہ دکھ کی گھڑی بھی آ گئی۔ تو یہ

محروم انسان

جس دن عید آتی ہے اس دن اور زیادہ غمگین ہوتا ہے۔ اس دن اس کے دکھ کی کوئی انتہا نہیں رہتی اور یہ جس قدر لوگوں کو خوشی میں دیکھتا ہے اتنا ہی اس کا غم بڑھ جاتا ہے خوشی اس سے عنقا ہوتی ہے خوشی اور اس میں ایک تاریک پردہ حائل ہوتا ہے مگر کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی ندامت رائگاں جائیگی۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی حسرت ضائع ہو جائیگی کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس کا دکھ بے قیمت ہے۔ اور اس کی پشیمانی خدا کی نگاہ میں حقیر اور ذلیل ہے۔ یا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یہ شخص اسی طرح تاریکی میں مر جائیگا۔ یاد رکھو

پہلی قسم

کے تو وہ لوگ ہیں جو بھاگ کر خدا کے پاس پہنچ گئے اور

دوسری قسم

کے وہ لوگ ہیں جو بھاگ کر شیطان کے پاس چلے گئے۔ مگر یہ

تیسری قسم

کے وہ لوگ ہیں۔ کہ جب ندامت محسوس کرتے ہیں۔ جب پشیمانی انکی رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے تو خدا بھاگ کر ان کے پاس آتا ہے اور وہ اپنے

بندہ کی حسرت

کو رائگاں جانے نہیں دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ جس کے پاؤں تھے اور میرا تقاضہ چل کر میرے پاس آ گیا اور جس کے پاؤں تھے اور شیطان کا تقاضہ چل کر شیطان کے پاس چلا گیا۔ مگر یہ وہ بندہ ہے جس کے پاؤں نہیں۔ یہ کہیں جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ چلو میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اگر یہ گرا ہوا ہے تو میں آپ اس کو اٹھا کر اپنے پاس لے آتا ہوں پس اگر تم پہلی قسم سے نہیں بن سکتے تو اس قسم میں ہی بن جاؤ کہ یہ مقام بھی کوئی تحقیر کا مقام نہیں یاد رکھو کہ وہ کامل حسرت وہ کامل عجز وہ کامل انابت وہ کامل غم اور وہ کامل دکھ جو انسان کے ظاہر و باطن پر مستولی ہو جاتا ہے وہ بھی انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتا ہے تم اس دوسری قسم کی عید والوں میں سے مت بنو جنکی عید صرف انکا کھانا اور پینا ہے۔ بلکہ انہیں سے بنو۔ جو خدا کے آ جانے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو پا لیا۔ یا انہیں سے بنو۔ جو اگرچہ خدا تک ابھی نہیں پہونچے۔ مگر وہ دنیا سے گزر گئے اور اس ندامت اور پشیمانی کی وجہ سے ان کا دل پانی پانی اور انکا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور انہوں نے وہیں گرے گرے اپنی جان کو رنج و الم سے پیا ملا کر دیا۔ کہ انکی حالت زار سے عرش الٰہی ہل گیا۔ اور عرش کا مالک خود چلکر ان کے پاس آیا اور ان کو انہیں اٹھا کر اپنی محبت کے مقام پر بٹھا لیا۔ پس یہ تینوں قسم کی عیدیں ہیں اور ان تینوں اقسام کے لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں۔ مگر بہتر اسی میں ہے کہ عید تم بھی پہلی اور تیسری [illegible] تمام [illegible] کی ایک [illegible] ہو جاؤ

کہ یہ راستہ بھی کوئی

تنگ راستہ

نہیں۔ بلکہ اس راستہ سے بھی جو خدا کے حضور پہنچتے ہیں۔ وُہ اس کے پیارے اور مقربین میں شامل ہو جاتے ہیں ؛

پھر میں کہتا ہوں۔

جسے خدا عید دے

اس کا فرض ہے۔ کہ وُہ دوسروں کو بھی عید دے۔ چاہے اسے پہلی قسم کی عید میسر ہو۔ یا تیسری قسم کی۔ درمیانی عید تو خدا کسی کو میسر نہ کرے اگر ان دونوں عیدوں میں سے کوئی عید بھی تمہیں میسر ہے تو خدا کے وُہ بندے جنہیں عیدیں میسر نہیں۔ اُن کے لئے بھی عید کی کوشش کرو ؛

میں نے بتایا ہے۔ کہ عیدیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ پس باطنی طور پر جن لوگوں کو اس صداقت کی خبر نہیں۔ جو تمہارے پاس ہے۔ اور وُہ جو پیچھے دین سے ابھی کما حقہ واقف ہیں۔ جاؤ۔ اور ان کو

تبلیغ کے ذریعہ

حق و حکمت کی باتیں پہنچاؤ۔ تا انہیں بھی عید میسر ہو۔ اور وُہ بھی عید کی خوشی حاصل کریں۔ اسی طرح وُہ لوگ جو ظاہری طور پر

مصائب میں مبتلا

ہیں۔ اور جنہیں سوائے مصیبت اور دکھ کے راحت سے کوئی حصّہ نہیں ملا۔ جیسے کشمیر کے مسلمان ہیں۔ یا انفرادی طور پر جیسا کہ ہر شہر میں ہوتے ہیں۔ کوشش کرو۔ کہ اُن مظلوموں اور حسرت کے شکاروں کی بھی عید ہو جائے۔ اور وُہ بھی اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بن جائیں ؛

کبھی خیال مت کرو۔ کہ تمہارے

قلیل مال

کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر تم اخلاص سے اللہ تعالےٰ کے رستہ میں ایک پیسہ بھی دیتے ہو۔ تو وُہ ان سونے کے پہاڑوں سے جو بغیر اخلاص کے دیئے جائیں زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ میں

اللہ تعالےٰ سے دعا

کرتا ہوں۔ کہ وُہ ہم پر ایسا فضل نازل کرے۔ تا کہ ہم میں سے ہر شخص کو حقیقی عید میسر ہو۔ اور وُہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم نہ صرف اپنے لئے عید منائیں۔ بلکہ دوسروں کے لئے بھی۔ جو مصائب اور دکھوں میں گرفتار ہیں۔ عید کا سامان مہیا کر دیں۔ یہاں تک کہ ہمارے کمزور ہاتھوں سے دُنیا میں پھر

حقیقی عید

قائم ہو۔ رنج اور حسرت کی گھڑیاں کٹ جائیں۔ تاریکی کے بادل چھٹ جائیں اور ہدایت کا سورج دُنیا کو اپنی نورانی کرنوں سے جگمگا دے۔ اور

خدا کی بادشاہت

جس طرح آسمان پر ہے۔ زمین پر بھی قائم ہو جائے۔ یہ ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح آسمان پر ہر فرشتہ اطاعت کرنے والا ہے۔ اسی طرح زمین پر بھی ہر فرد خدا تعالےٰ کا اطاعت گزار ہو۔ ورنہ یہ مطلب نہیں۔ کہ زمین پر اس کی بادشاہت نہیں۔ اس کی بادشاہت تو ہر جگہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح ملائک ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان بن جائیں۔ اور دُنیا میں کوئی فرد اس کا نافرمان نہ رہے ؛

مظلومانِ میرپور کی امداد

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ ۹ جنوری کو ڈوگرہ پولیس نے نہتے اور بے گناہ مسلمانوں پر بلا وجہ گولیوں کی بوچھاڑ کی تھی۔ اس موقعہ پر ایک مسلمان فوراً جان بحق ہو گیا تھا۔ اور متعدد زخمی ہوئے تھے۔ زخمیوں میں سے چند ایک کو جہلم کے ہسپتال میں بغرض علاج پہنچایا گیا تھا۔ ان میں سے ایک مسمی فقیر کو ہسپتال والوں نے لاعلاج قرار دے دیا۔ اس لئے اس کے ورثاء اس کو موضع اندراہ اس کے گھر میں واپس لے آئے۔ جہاں اس مظلوم نے دم توڑ دیا۔ اور آزادی کے پروانوں میں ایک اور کا اضافہ ہو گیا۔ مقتول کی نمازِ جنازہ میں ایک جمِ غفیر مسلمانوں کا شریک تھا۔ جو مسلمانوں کے اتحاد اور ہمدردی کا خوشکن نظاہرہ تھا ؛

نمازِ جنازہ کے بعد جناب چودہری عزیز احمد صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی وکیل نے جو کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے مظلومانِ میرپور کی امداد کے لئے مقرر ہیں۔ ایک مختصر۔ مگر پُر جوش تقریر فرمائی۔ جس میں بیان کیا۔ کہ جو قوم کی خاطر جان دے دیتے ہیں۔ ان کے یتیم بچے قوم کے بچے تصور کئے جاتے ہیں۔ اس لئے قوم کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وُہ اپنے بھائیوں کے یتیم بچوں کی اپنے بچوں کی طرح پرورش کرے۔ نیز آپ نے حاضرین سے وعدہ لیا۔ کہ وُہ مقتول اور مظلوم فقیر کے یتیم بچوں کو کبھی نہ بھولیں گے ؛

آپ نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے مقتول کے پسماندگان کی معقول اور مناسب مالی امداد فرمائی۔ اور یقین دلایا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی ان مسلمان بھائیوں کے پسماندگان کی جنہوں نے آزادی کی جد و جہد میں جانیں دی ہیں۔ حتی الوسع مدد کرے گی۔

(نامہ نگار)

تحصیل بھمبر میں بے چینی کی وجہ

تحصیل بھمبر کے متعلق ہندو اخبارات نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے کہ ہندو لوٹے گئے۔ مارے گئے۔ جلائے گئے۔ منصفی اور ڈاکخانہ کو آگ لگا دی گئی۔ میں اُن تمام غلط افواہوں کی تردید کرتا ہُوا معروض ہوں۔ کہ یہاں آج تک اس قسم کا کوئی ناخوشگوار حادثہ رونما نہیں ہُوا۔ صرف یہاں کے مفسد عمال اور ظالم ہندوؤں کی کارستانیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے یہ پراپگنڈا کیا جا رہا ہے ؛

اس میں شک نہیں۔ کہ اس تحصیل میں فساد کا اندیشہ ہے۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ اگر ایسے حالات رونما ہوئے۔ تو ان کی تمام تر ذمہ واری عمال ریاست اور ہندوؤں پر عائد ہو گی۔ بھمبر میں اول تو مسلمانوں کی تعداد بالکل تھوڑی ہے۔ اور اس میں بھی اکثر حصہ خوفزدہ ہو کر شہر کو چھوڑ چکا ہے۔ بقیہ مسلمان امن کے خواہشمند ہیں۔ اور ہر وقت قانون کے ماتحت رہتے ہیں۔ ہندوؤں اور عمال ریاست کی طرف سے ان کو اشتعال دلایا جاتا ہے۔ بلا وجہ ستایا جاتا ہے۔ ڈوگرہ فوجیں گاؤں تاراج کر رہی ہیں۔ راہ گزر مسلمانوں کو لوٹتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں۔ منصف صاحب کے پاس شکایات لے کر جاتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں۔ مسلمان ظالم ہیں۔ اس لئے میں ان کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ وُہ ایسا کیوں نہ کریں۔ آخر بھمبر کے ہندوؤں اور سکھوں کے سیاسی لیڈر ہیں۔ شہر میں کرفیو آرڈر کے ماتحت کسی شخص کو نو بجے رات سے پانچ بجے صبح تک باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ مسلمان اس کی پابندی کر رہے ہیں۔ مگر ہندوؤں کا یہ حال ہے۔ کہ ایک ایک بجے رات تک دوکانوں پر جمع ہو کر مسلمانوں کو تباہ کرنے کے منصوبے گانٹھتے رہتے ہیں۔ خود منصف صاحب کے بنگلہ پر بلا ناغہ بارہ بجے تک ہندوؤں کی میٹنگ ہوتی ہے۔ الغرض منصف صاحب کوئی سرکاری عہدہ دار نہیں۔ بلکہ اس علاقہ کے ہندو سیاسی لیڈر معلوم ہوتے ہیں۔ مسلمان ان کے رویہ سے سخت تنگ آ گئے ہیں۔ اس لئے جب تک ان کو یہاں سے تبدیل کر کے کوئی معاملہ فہم۔ بے تعصب اور نیک نیت افسر نہ بھیجا جائے۔ حالات مخدوش ہی رہیں گے۔

ہم ذمہ وار حکام سے پُر زور درخواست کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ اس علاقہ میں قیامِ امن کے خواہشمند ہیں۔ تو منصف صاحب کو فوراً یہاں سے تبدیل کر دیں۔ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن۔ اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے بھی یہی درخواست ہے۔ کہ وُہ حکومت کشمیر کو ان امور کی طرف فوری توجہ دلائیں۔ (نامہ نگار از بھمبر)

میرپور میں مظلومین کی امداد

مورخہ ۲۹ جنوری بروز جمعہ ایک شخص الہ دین ولد محمد بخش ارائیں سکنہ فیروز پور کو ڈوگرہ پولیس سُرخ کپڑوں میں دیکھ کر گرفتار کر کے تھانہ میرپور میں لے گئی۔ رات کو ایک مٹھ سب انسپکٹر نے اس کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ اور سخت زد و کوب کیا۔ ابھی تک اس غریب کے بدن پر ضربات کے نشانات موجود ہیں۔ اس کی داستان کو سنکر سنگدل سے سنگدل انسان کے بھی آنسو بہہ پڑتے ہیں۔ والنٹیر کی اپنی جوتی جس سے پولیس زد و کوب کرتی رہی باوجود نئی ہونے کے ٹوٹ گئی۔ اگلی صبح کو اس کا آوارہ گردی میں چالان پیش کیا گیا۔ عدالت نے چھ ماہ کی قید بامشقت سُنا دی۔ اب جیل میں بیچارے کا بُرا حال

ہو رہا ہے۔ ۱۴ فروری کو چوہدری عزیز احمد صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل جو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے مظلومان میرپور کی امداد کے لئے متعین ہیں۔ جیل میں معہ چند ایک معززین میرپور کے تشریف لے گئے۔ وہاں ان کو اس احراری قیدی نے جس کی آنکھوں سے باوجود ضبط کے آنسو جاری تھے۔ اپنی دردناک بپتا سنائی چوہدری صاحب موصوف بڑی ہمدردی سے پیش آئے اسے نئی جوتی خرید کر دی۔ نیز رضاکار کی درخواست پر وعدہ کیا۔ کہ وہ اس فیصلہ کی جس کی رو سے اسے ناحق قید کیا گیا ہے۔ اپیل کروانے کا بندوبست کریں گے

چوہدری صاحب موصوف نے جیل میں ایک ایسا حوالاتی بھی دیکھا۔ جو ڈیڑھ سال سے وہاں پڑا سڑ رہا ہے۔ آخری مرتبہ جب اسے عدالت میں پیش کیا گیا۔ عدالت نے کہا تمہاری مثل گم ہو گئی ہے اب تک یہ شخص سترہ درخواستیں یکے بعد دیگرے دے چکا ہے۔ کہ میرا فیصلہ کرو۔ مگر کوئی نہیں سنتا۔ اس مظلوم کا نام بہاں خان ولد محمد خان ہے اور یہ تحصیل ضلع گجرات کا رہنے والا ہے۔ چوہدری صاحب موصوف نے وعدہ کیا۔ کہ وہ اس معاملہ کو حکام بالا اور ہائی کورٹ جموں کے نوٹس میں لائیں گے۔ (نامہ نگار)

حضوری باغ کی مسجد کو آگ لگا دیگئی

جموں ۱۱ فروری: شہر جموں سے تین میل کے فاصلہ پر حضوری باغ کی ملحقہ مسجد میں ۹ اور ۱۰ فروری کی درمیانی شب کو آگ لگا دیگئی مسجد سے شعلے نکلتے دیکھ کر نواح کے ارائیوں نے بمشکل تمام ایک گھنٹہ کی تگ و دو کے بعد آگ پر قابو حاصل کیا لیکن مسجد کا نصف حصہ بالکل جل چکا تھا۔ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں کے ارکان اطلاع ملتے ہی موقع پر پہنچ گئے۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔ مفلس ارائیں آگ لگانے والوں کے نام دانستہ اس خوف سے ظاہر نہیں کرتے۔ کہ ان کے قرب وجوار میں بسنے والے منہاس اور راجپوت کہیں ان کو بھی مظالم کا تختہ مشق نہ بنا لیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ پولیس آتشزدگی کے اس شرمناک فعل کو اتفاقیہ حادثہ قرار دینا چاہتی ہے۔ (نامہ نگار از جموں)

موضع کہوٗر (جموں) میں اذان کی بندش

جموں ۱۱ فروری: شہر جموں سے سات میل کے فاصلہ پر موضع کہوٗر میں گزشتہ شب منہاسوں نے نمازیوں پر حملہ کر دیا۔ اور امام مسجد سے کہا۔ کہ اگر تم نے آئندہ نماز کے لئے اذان دینے کی کوشش کی۔ تو تم کو جان سے مار دیا جائیگا۔ چنانچہ گزشتہ شب سے موضع مذکور میں اذان بند ہے۔ آج مسلمان زمینداروں کو دھمکی دی گئی کہ اگر تم نے جموں جا کر مسلمانوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ تو تم سب کو قتل کر دیا جائیگا۔ مسلمانوں میں بیحد سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ (نامہ نگار)

مسلمانان ضلع مظفرآباد کی فریاد

حکومت کشمیر نے جو مظالم مسلمانان جموں و کشمیر پر اس سے پہلے کئے ہیں۔ ان سے تمام مسلمان بخوبی واقف ہیں۔ اب کشمیر آرڈی نینس کے ماتحت جو صرف اس مقصد کے لئے جاری کیا گیا ہے کہ جموں و کشمیر میں مسلمانوں کو نیست و نابود کیا جائے ڈوگرہ حکام نے ہم غریب مظلوم و بیرامن مسلمانوں پر نہایت جبر و ظلم و ستم شروع کیا ہوا ہے۔ ضلع مظفرآباد سے ہر قصبہ اور گاؤں میں گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ ڈوگر فوج ہر قصبہ اور گاؤں میں تعینات کر دی گئی ہے۔ جو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہے مسلمان بلاوجہ اور بے قصور مظلوم اور بیرامن مسلمانوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے ہیں۔ گرفتار کیا جاتا اور جیل میں نہایت تشدد کیا جا رہا ہے مسلمانوں کی عورتوں۔ لڑکیوں کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ نابالغ بچوں کو قتل [illegible]

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں ہوم ممبر نے کہا تھا۔ کہ حکومت کی طرف سے ممبران اسمبلی کو آزادانہ تقریر کا جو حق ہے۔ اس پر آرڈی نینس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا لیکن اس سے اخبارات کو بھی ان تقریروں کی اشاعت کا حق نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس جواب کو غیر تسلی بخش خیال کرتے ہوئے مسٹر رنگا سوامی آئنگر نے ۱۲ فروری کو اجلاس کے التواء کی تحریک پیش کی۔ اور ہوم ممبر کے جواب کو ایوان کے حقوق پر ناجائز دست برد اور خلاف ورزی قانون قرار دیا۔ صاحب صدر نے لا ممبر کی رائے دریافت کی۔ جس نے غور کے بعد جواب دینے کو کہا۔ اس لئے یہ معاملہ فی الحال ملتوی کر دیا گیا۔

۱۲ فروری کے اجلاس اسمبلی میں ہوم ممبر نے قانون ترمیم ضابطہ فوجداری بنگال کے مسودہ کے متعلق سیلیکٹ کمیٹی مقرر کرنے کی تحریک پیش کی۔ جس کے ذریعہ مقامی حکومت خطرناک نظربندوں کو دیگر صوبوں کے جیل خانوں میں منتقل کر سکتی ہے۔ بعض ممبروں نے مخالفت کی۔ لیکن آخر بل سیلیکٹ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا

۱۲ فروری کو اجلاس اسمبلی میں صاحب صدر نے رولنگ دیا۔ کہ ہر رکن کو ضمنی سوالات پوچھنے کا حق ہے۔ اور سرکاری افسروں کو ایسے سوالات کا جواب دینا چاہیئے جو ایوان میں دریافت کئے جائیں۔ ہر ممبر کو اس کے متعلقہ سوالات کا جواب فرداً فرداً بھیج دینے کا طریق غلط ہے۔

اسمبلی میں سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے سر ایلن پارسنز نے کہا۔ کہ حکومت نے ریلوے میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی صحیح تعداد معلوم کر کے رپورٹ تیار کرنے کے لئے ایک خاص افسر مقرر کیا تھا ہفتہ عشرہ میں اس کی رپورٹ موصول ہونے والی ہے۔

نواب صاحب بہاولپور نے ایک فرمان شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ میری ریاست میں قلیل التعداد ایسے لوگ ہیں جو بیرونی مفسدہ پردازوں کے زیر اثر ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی امن سوز یا قانون شکن تحریک جاری کی۔ یا اس میں شامل ہوئے۔ ریاست میں ایجی ٹیشن پھیلانے کا موجب ہوئے یا برطانی حکومت کے خلاف کسی قسم کا اقدام کیا۔ تو انہیں عبرتناک سزائیں دی جائیں گی۔ ؎

چیف کمشنر صوبہ سرحد کا ایک اعلان مظہر ہے کہ پائندہ خیل قبیلہ نے نواب دیر کے ساتھ صلح کر لی ہے۔ اور فوجی چوکی سے جو رائفلیں لوٹی تھیں۔ وہ واپس کرنے چوکی کو نقصان پہونچانے کا ہرجانہ ادا کرنے۔ اور چترال روڈ کا جو حصہ ان کے علاقہ میں ہے۔ اس کی حفاظت کا اقرار کیا ہے۔ ؎

انگلستان کی پارلیمنٹ میں بعض کانگرس کے تنخواہ دار ایجنٹوں نے جو لیبر پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں حکومت کی پالیسی کی مذمت کی تحریک پیش کی تھی جو ۴۳ کے مقابلہ میں ۴۳۹ آراء کی کثرت سے مسترد ہو گئی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انگلستان میں کانگرس کا کیا وقار ہے۔ ؎

۱۱ فروری کو ایک سوال کے جواب میں وزیر ہند نے بتایا۔ کہ گول میز کانفرنس کے دوران میں گاندھی جی کی حفاظت کے لئے دو پولیس افسر مقرر کئے گئے تھے۔ اس انتظام پر تین سو پونڈ خرچ آئے۔ ؎

کراچی پولیس نے دو لاکھ کے قریب ایسے غیر ملکی سکوں پر قبضہ کیا ہے جن میں سے ہر ایک میں پانچ روپیہ کے قریب مالیت کی چاندی موجود ہے۔ اور جو کھجوروں کے بنڈلوں میں خفیہ طور پر یہاں لائے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض پر ۱۷۸۱ء لکھا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ سکے روسی ہیں۔

۴ فروری کو دو روسی ہوا باز جو یونیفارم پہنے تھے۔ بغیر پاسپورٹ درہ خیبر کے رستہ ہندوستان میں داخل ہو رہے تھے۔ کہ گرفتار کر لئے گئے۔ ۱۲ فروری کو سٹی مجسٹریٹ پشاور نے انہیں تین تین ماہ قید کی سزا دی۔

تین ہندو ملزم میدنا پور جیل میں مقید تھے۔ ان میں سے ایک کو سر چارلس ٹیگرٹ پر بم پھینکنے کے سلسلہ میں کالا پانی کی سزا ہوئی تھی۔ دوسرے کو راجشاہی میں ڈاک لوٹنے اور تیسرے کو ایک مقدمہ بم میں سزائے قید ہوئی تھی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ تینوں میدنا پور سنٹرل جیل سے فرار ہو گئے ہیں اور اب تک پولیس ان کا سراغ نہیں لگا سکی۔ ؎

اسمبلی کے سرکردہ ممبروں نے مختلف صوبجات کے ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی ہے۔ جو بہت جلد ملکی حالات اور موجودہ سیاسی مشکلات کا حل تجویز کرنے کے لئے رپورٹ پیش کرے گی۔ کانسٹی ٹیوشن کی ترتیب کے سلسلہ میں بھی بعض امور کی تحقیقات کرے گی۔ اور مختلف فرقوں کے درمیان جو مسائل افتراق کا موجب بن رہے ہیں۔ ان کے تصفیہ کا حل بھی تجویز کرے گی۔ سر ہری سنگھ گوڑ اس کے صدر قرار پائے ہیں۔ ڈاکٹر ضیاء الدین سکرٹری۔ مسلم ممبروں میں سے سر عبدالرحیم۔ سید مرتضیٰ۔ سر ذوالفقار علی خان۔ اور خان بہادر ولایت اللہ اس میں لئے گئے ہیں۔ ؎

بعض ہندو اور سکھ ممبران اسمبلی نے وائسرائے ہند کو مسئلہ کشمیر کے متعلق ایک طویل مراسلہ لکھا ہے۔ کہ یہ تحریک دراصل شمالی ہندوستان میں ایک مسلم حکومت قائم کرنے کے لئے شروع کی گئی ہے ہندوؤں پر مفروضہ مظالم کی داستانیں دہرا کر درخواست کی گئی ہے۔ کہ حکومت ہند کو چاہیئے۔ اس بغاوت کو دبانے کے لئے مہاراجہ صاحب کو جس قدر امداد کی ضرورت ہو۔ فوراً مہیا کرے۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ (۱۳ فروری) نے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا ہے کہ کشمیر میں ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانے۔ ہندو عورتوں کی عصمت دری۔ گوردواروں اور مندروں کے جلائے جانے قتل و غارت گری اور لوٹ مار اور مختلف علاقوں میں مسلمان بادشاہتوں کے قیام کی داستانیں سراسر غلط ہیں۔ نقصان جان بھی اس قدر نہیں ہوا جس قدر بیان کیا جاتا ہے۔ اور افسوس ہے۔ کہ ہندو اور سکھ ممبران اسمبلی نے انہی مفروضہ داستانوں کی بناء پر بغیر کسی تحقیق و تدقیق کے وائسرائے کے نام مکتوب میں ایسی بے بنیاد باتیں درج کر دی ہیں۔ ؎

۱۲ فروری کی رات سر محمد شفیع صاحب کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ ۱۳ کو ۴ بجے بعد دوپہر لاش باغبانپورہ کے خاندانی قبرستان میں دفن کی گئی۔ ؎

ہندو اخبار پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ کہ خفیہ ڈسکشن کر کے ہندو سکھ متحدہ طور پر کشمیر کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ لیکن مخبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اکالی دل اس وقت تک جتھے بھیجنے بند نہیں کریگا۔ جب تک گوردوارہ کی دوکانیں سکھوں کو نہ دی جائیں۔ چنانچہ ۲۱ فروری کو ایک سو اکالیوں کا جتھا بھیجنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس سے قبل سو سو کے آٹھ جتھے گرفتار ہو چکے ہیں۔ اور نواں رستہ میں ہے۔

جمعیۃ الاقوام کے معاہدہ کی دفعہ ۱۵ کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی ملک جمعیۃ کے معاہدہ کی دفعات ۱۲۔۱۳ کے باوجود جنگ شروع کرے۔ تو اس کے تمام ارکان اس کے خلاف کارروائی کریں۔ جنیوا سے ۱۲ جنوری کی اطلاع ہے کہ حکومت چین نے جمعیۃ سے درخواست کی ہے کہ اس دفعہ کے ماتحت جاپان سے سلوک کیا جائے۔ چنانچہ ایک خاص اجلاس دس روز کے اندر اندر منعقد ہونے کی توقع ہے۔

سری نگر سے ۱۳ فروری کی اطلاع ہے کہ شیخ محمد عبداللہ صاحب کو سپیشل کلاس کی جو مراعات دی گئی تھیں۔ وہ واپس لے لی گئی ہیں۔ ان کی ڈاک روک لی گئی ہے۔ مفتی جلال الدین صاحب ۵ ہزار کی ضمانت پر رہا

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا۔